طاقتور امامت محمد ﷺ کی غلامی میں ہے اس کے علاوہ کوئی امامت نہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اسلوب محمدؐ سے سیکھیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 /اپریل 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۴﴾ (الحجرات: 14)

پھر فرمایا:۔

آج کے جمعہ کے لئے بھی کچھ اعلانات ہیں اور دعا کی درخواستیں ہیں ان کے ذکر کے بعد پھر انشاء اللہ اسی مضمون کو آگے بڑھائیں گے جس مضمون پر خطبات کا یہ سلسلہ جاری ہے۔ جماعت ہائے احمدیہ یوگنڈا کا جلسہ سالانہ آج 29 /اپریل سے شروع ہو رہا ہے اور جلسے کے اختتام پر یعنی یکم مئی کو ان کی مجلس شوریٰ بھی منعقد ہو گی۔ کل سے جماعت ہائے احمدیہ تنزانیہ اور جماعت احمدیہ سپین کی مجالس شوریٰ بھی منعقد ہو رہی ہیں۔ خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیرِ اہتمام 38 ویں تربیتی کلاس آج 29 /اپریل سے شروع ہے، 13 /مئی تک جاری رہے گی۔ لجنہ اماء اللہ پاکستان کے زیر اہتمام بچیوں کی ایک

تربیتی کلاس آج سے شروع ہو رہی ہے۔ خدام الاحمدیہ ضلع اسلام آباد کا سالانہ اجتماع کل جمعرات سے شروع ہو چکا ہے، آج ختم ہو گا۔ خدام الاحمدیہ سن ہوزے، کیلیفورنیا کا ریجنل اجتماع آج سے شروع ہو رہا ہے 30 /اپریل (کل) تک جاری رہے گا۔ لجنہ اماء اللہ اور ناصرات الاحمدیہ فرینکفرٹ ریجن کا ایک روزہ سالانہ اجتماع کل تیس اپریل بروز ہفتہ منعقد ہو رہا ہے۔ ان سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اللہ تعالیٰ ان اجتماعات کو خالصۃً للہ بنائے رکھے اور خالصۃً للہ اجتماعات کی جو برکتیں اللہ کے ہاں مقدر ہیں وہ ساری ان کو نصیب ہوں۔

جماعت احمدیہ کینیا کی طرف سے ایک شکوہ رہ گیا ہے کہ ان کا گزشتہ جمعے کے موقع پر مجلس شوریٰ کا انعقاد ہوا تھا اور 24 /اپریل تک وہ رہی تھی تو ان کا ذکر رہ گیا تھا تو دعا تو اب بھی ان کے لئے ہو سکتی ہے، شوریٰ کے جو فیصلے ہوئے ہیں ابھی آخری شکل تو اختیار نہیں کر چکے، تو جو بھی انہوں نے سوچا اللہ اس میں برکت ڈالے اور جب یہاں فیصلے پہنچیں گے اور ان کی منظوری ہو گی تو ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان فیصلوں پر بہترین عمل درآمد کی بھی توفیق بخشے۔

جماعت احمدیہ کینیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب اٹھ رہی ہے اور بیداری اور قربانی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ جب دعوت الی اللہ کی مہم کا دوبارہ یورپ سے آغاز کیا گیا ہے (پہلے پاکستان میں جاری ہوئی تھی تو یورپ سے دوبارہ اس مضمون کو خصوصیت سے جب اٹھایا گیا) تو اس وقت کینیا تمام افریقہ میں سب سے پیچھے تھا اور اتنی تھوڑی بیعتیں ہوتی تھیں کہ جب میں ان کے مربی صاحب سے پوچھا کرتا تھا کیا ہو رہا ہے؟ کہتے تھے یہ علاقہ ہی ایسا ہے یہاں شروع سے یہی رواج ہے۔ میں نے کہا ہم نے تو رواج بدلنے ہیں؟ نہیں بدلتے تو توڑنے ہیں اور لازماً آپ کو اٹھ کر باقی افریقہ کی سطح پر آگے بڑھنا ہو گا ورنہ تو کروڑ سال بھی بیٹھے رہیں گے تو یہاں کوئی بھی اثر نہیں پڑے گا۔ وہاں مشکل یہ تھی کہ پاکستانیوں کی ایک سوسائٹی تھی، کچھ ہندوستان کے احمدیوں کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ راضی تھے اور پتا ہی نہیں تھا کہ کس ملک میں رہتے ہیں، وہاں کے حقوق ادا کرنے ہیں، جس زمین کا نمک کھایا ہے اس کا شکریہ کا حق ادا کرنا ہے، ان کو حقیقت اسلام سمجھا کر، ان کے دلوں کو جیت کر ان باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں رہی اور اسی پہ راضی تھے جو کہ بڑی مخلص جماعت ہے چندہ بھی اچھا دے دیتے ہیں اکٹھے مل کے بیٹھے ہیں۔ جیسے تھے ویسے ہی رہے اور یہاں تک کہ پھر حالات ایسے

تبدیل ہوئے کہ جن ملکوں میں جماعت ان ملکوں کا حصہ نہ بن سکی وہاں سے ان کے پاؤں اس طرح پھر حکومتوں نے اکھیڑے ہیں کہ وہاں ٹھہرتے بن نہیں پڑ سکی۔ چنانچہ باقی ایشیائیوں کی طرح پاکستان کے وہ احمدی جو بعض صورتوں میں کئی نسلوں سے افریقہ میں رہ رہے تھے (یعنی مشرقی افریقہ میں) ان کو وہاں ٹھکانہ نہیں ملا، بہت سے ان میں سے اب جلنگھم میں آ کے آباد ہو گئے ہیں۔ اسی طرح باقی ایشیائیوں کا حال ہوا۔ لیکن جہاں خدا کے فضل سے جماعت افریقن بن کر پہنچی ہے وہاں کیفیتیں ہی اور ہیں تو یہ میرے سامنے عذر پیش کیا جاتا رہا کہ جی یہاں تو یہی چل رہا ہے۔ میں نے کہا یہ چل رہا ہے، مجھے منظور نہیں یہ تو توڑنا پڑے گا۔ اٹھیں اور ان لوگوں میں داخل ہوں، ان کی جماعت بنیں۔ جس ملک میں رہتے ہیں وہاں Foreigner بن کے بیٹھے ہوئے ہیں، اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ اللہ کے فضل سے لمبے عرصے تک ان کے پیچھے پڑ کر، آہستہ آہستہ انفرادی طور پر بھی توجہ دلائی گئی، خدا کے فضل سے اب جماعت بیدار ہو گئی ہے۔ اب بیسیوں کی بجائے ہزاروں میں بیعتیں آنی شروع ہو گئی ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ اب ان کا قدم بھی مغربی افریقہ کی طرح تیز رفتاری سے آگے بڑھے گا اور آئندہ چند سال میں لاکھ سے اوپر بھی انشاء اللہ تعالیٰ یہ بیعتیں پیش کر سکیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس بیداری کے نیک عمل کی بہترین جزا دے اور بیداری جاری رہے، بڑھتی رہے اور زیادہ پھل عطا کرتی رہے۔ (آمین) یہی باتیں مشرقی افریقہ کے دوسرے ممالک پر بھی اطلاق پاتی ہیں یوگنڈا بھی اور تنزانیہ بھی، یہ بھی اس معاملے میں اپنے سے مجھے مخاطب سمجھیں۔

شوریٰ کے سلسلے میں ایک اقتباس مجھے کسی نے بھجوایا تھا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ تفسیر میں شوریٰ کا ذکر فرمایا ہے تو میں نے پرائیویٹ سیکرٹری سے کہا تھا کہ یہ رکھ چھوڑیں۔ جب کبھی شوریٰ کا تذکرہ آئے گا تو وہاں پڑھ کے سنائیں گے۔ اچھا دلچسپ اقتباس ہے اور انہی باتوں کو تقویت ملتی ہے جو میں آپ کے سامنے پچھلی دفعہ عرض کر چکا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ سورۃ الماعون کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> ”میں نے احمدیہ جماعت کی مجلس شوریٰ میں دیکھا ہے اور میرا بیس پچیس سال کی مجالس شوریٰ کا یہ تجربہ ہے کہ بسا اوقات کسی فیصلے کی پوری زنجیر اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک ایک عام آدمی کی رائے

بھی اس کے ساتھ نہ ملا لی جائے۔ سو میں سے صرف ایک دفعہ مجھے اپنے طور پر فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔“

اور جو میں نے گزشتہ مجالس شوریٰ کے فیصلوں کا جائزہ لیا تھا میرے خیال میں سو میں سے ایک دفعہ بھی زیادہ ہے۔ اس سے بھی کم مرتبہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہا فیصلہ نافذ کرنا پڑا ہے۔ لیکن ایک بات جو عام طور پر نظروں سے پوشیدہ رہی ہے اور اسی پر یہ مضمون روشنی ڈال رہا ہے وہ یہ ہے کہ فیصلے کے وقت یہ نہیں ہوا کرتا کہ خلیفہ وقت الگ بیٹھا ہے اور ایک طرف سے فیصلے آ رہے ہیں اور آخر پر وہ بتاتا ہے کہ یہ منظور ہے، یہ نامنظور ہے۔ وہ اپنی رائے کو مسلسل مجلس شوریٰ کے ممبران کی رائے میں داخل کر کے ان کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ یہاں تک کہ رائے جب آخری شکل اختیار کرتی ہے تو اس سے پہلے ہی خلیفۃ المسیح کی رائے اور اس کے مشورے، اس کی سوچ پوری طرح، پوری مجلس شوریٰ کی سوچ اور اس کے مشورے، اس کی رائے بن چکے ہوتے ہیں۔ اس لئے ویسے بھی ویٹو کا کوئی سوال باقی نہیں رہتا۔ حضرت مصلح موعودؓ کی بھی عادت تھی کہ بعض دفعہ کسی آدمی نے نام نہیں لکھوایا، مشورے مکمل ہو گئے، لیکن دور کسی ایک دیہاتی پر نظر پڑی جو ایک کونے میں خاموش بیٹھا ہے اس کو مخاطب کر کے نام لے کر اٹھایا کرتے تھے کہ چودھری صاحب آپ بھی اٹھیں، آپ نہیں بولے۔ بعض دفعہ وہ انکسار کے ساتھ کہہ دیا کرتے تھے کہ ”جی میں کی بولاں“۔ انہوں نے کہا نہیں نہیں آپ مجھے بتائیں، دیہاتیوں کا مشورہ بھی مجھے چاہئے۔ ہمارا مشورہ مکمل نہیں ہوگا جب تک مجھے دیہاتی، جس طرح کے آپ ہیں اس قسم کی نمائندگی کا مشورہ نہ ملے چنانچہ پھر وہ مشورہ دیا کرتے تھے۔ یہ وہ عمل ہے جو اب بھی خدا کے فضل سے جاری ہے لیکن میں بتا رہا ہوں تاریخی لحاظ سے ایک بہت ہی دلچسپ حوالہ ہے کس طرح مجلس شوریٰ کا ارتقاء ہوا ہے۔ کس طرح مجلس شوریٰ میں خلافت اور جماعت اسی طرح ہم آہنگ ہو جاتی ہے جیسے روزمرہ کاموں میں ویسے ہی ہم آہنگ ہے اور دو الگ وجود نہیں رہتے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”سو میں سے صرف ایک دفعہ مجھے اپنے طور پر فیصلہ کرنا پڑتا ہے ورنہ ننانوے دفعہ میں فیصلہ اس طرح کرتا ہوں کہ کچھ اس کی رائے میں سے لیا اور کچھ اس کی رائے میں سے اور ایک نتیجہ پیدا کر لیا۔ اگر عوام کو مجلس مشاورت میں

شامل نہ کرتے تو وہ بھی صرف اپنے گھر کی ضروریات کے متعلق ہی اپنے دماغوں سے کام لینے کے عادی ہوتے۔''

جو عام روزمرہ کا دستور ہے ہر ایک اپنے گھر کی باتوں میں ہی منہمک رہتا ہے۔

''لیکن جب ہم نے ان کو اپنی مشاورت میں شامل کر لیا تو اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ان کے دماغ ترقی کر گئے چنانچہ ان کی آراء کے ٹکڑے ٹکڑے مل کر ایک مکمل سکیم بن جاتی ہے جو جماعت کے لئے نہایت مفید اور بابرکت ثابت ہوتی ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد دہم صفحہ 183-182)

پس اسی طریق کو تمام مجالس شوریٰ عالمگیر میں جاری رکھنا چاہئے اور اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔ مشکل یہ درپیش ہوتی ہے کہ بعض لوگوں کو مخالفانہ رائے کو سننے اور برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں ہوتا اور بعض لوگوں کو مخالفانہ رائے دینے کا سلیقہ نہیں آتا۔ وہ مجالس شوریٰ جو خلیفہ وقت کی صدارت میں منعقد ہوتی ہیں ان میں یہ دونوں منفی عناصر شاذ کے طور پر کبھی ظاہر ہوتے ہیں ورنہ نہیں کیونکہ خلیفہ وقت کی موجودگی میں جو مخالفانہ رائے بھی دیتا ہے وہ سلیقے سے بات کرتا ہے۔ وہ ادب کا پہلو، وہ ذاتی تعلق کا پہلو، اس کے اندر چھپے ہوئے نشتر کو کند کر دیتا ہے۔ اگر غصے سے بھی بات کرنی ہو تو نکلتی اس طرح ہے کہ بہت کم غصہ اس کے ساتھ چمٹا رہ جاتا ہے اور جہاں تک حوصلے کی بات ہے اللہ تعالیٰ خلیفہ وقت کو حوصلہ عطا فرماتا ہے، ہر قسم کی مخالفانہ رائے سنتا ہے اور اس حوصلے میں خلیفہ وقت کی ذاتی خوبی نہیں بلکہ نظام کی خوبی ہے کیونکہ کوئی بھی **اس کی رائے کی مخالفانہ رائے نہیں ہوتی۔ ہر رائے تائید کی نیت سے اٹھ رہی ہے اور خلیفہ وقت کے فیصلوں کو تقویت دینے کی خاطر اٹھ رہی ہے۔ اس لئے بظاہر لوگوں کو وہ رائے مخالفانہ معلوم ہو مگر وہ مخالفانہ نہیں ہوتی۔** چنانچہ بسا اوقات میرا بھی یہ تجربہ ہے کہ ایک منشاء میں نے ظاہر کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت متقی ہے، وہ فیصلہ نہیں تھا، محض منشاء تھا۔ انہوں نے اس کو سنا اور بعض ان میں سے سمجھتے تھے کہ اس میں فلاں پہلو رہ گیا ہے۔ چنانچہ اٹھ کر بعض دفعہ بڑی لجاجت سے، معذرت کرتے ہوئے بات کرتے ہیں۔ میں ان کو کہتا ہوں کوئی ضرورت نہیں، کسی تمہید کی ضرورت نہیں، آپ شوق سے بتائیے کیا بات ہے۔ چنانچہ ان کو بعض دفعہ حوصلہ دے کے کھڑا کرنا پڑتا ہے۔ بتائیں تو سہی کیا بات ہے، وہ جب بتاتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ

بڑی معقول رائے تھی۔ پس نہ وہ مخالفت کی نیت سے بات کرتے ہیں، نہ سننے والا مخالفانہ بات سمجھ کر سنتا ہے اور یہ وہ بہترین صحت مند ماحول ہے جو جماعت احمدیہ کی مجلس شوریٰ کے سوا دنیا کے پردے پہ کہیں دکھائی نہیں دے گا۔ آپ چھوٹے سے چھوٹے، سادہ سے سادہ ملک میں چلے جائیں وہاں چھوٹے ہونے اور سادگی کی خوبیاں ملیں گی۔ بڑے سے بڑے ملک میں چلے جائیں وہاں طاقت کے مظاہرے ہوں گے اور طاقت کے نتیجے میں جو بات میں قوت پیدا ہوتی ہے وہ بھی دکھائی دے گی مگر یہ پاکیزگی جو جماعت احمدیہ کی شوریٰ کے ماحول کی ہے یہ ہر وجود کا ایک جان ہو جانا اور بڑی محبت اور تقویٰ کے ساتھ اپنی باتوں کو ادا کرنا اس کا کوئی عشرِ عشیر بھی آپ کو کہیں اور دکھائی نہیں دے گا۔لیکن جب خلیفہ وقت موجود نہ ہو تو پھر میں نے دیکھا ہے کہ بعض دفعہ کچھ بے وقوفیاں سر اٹھانے لگتی ہیں۔ بے وقوفیاں ان معنوں میں کہ بات کرنے کا سلیقہ نہیں۔ اکھڑ بات کی، اس طریقے پہ بات کی گویا روڑا مار دیا ہے اور نہ ان صدران کو اتنا حوصلہ ہوتا ہے کہ وہ سمجھ لیں چنانچہ کئی دفعہ ہماری مجالس شوریٰ میں کرسی چلنے کی حد تک تو خدا کے فضل سے کبھی نہیں پہنچی جیسے کرسیاں دوسرے ایوانوں میں چل جاتی ہیں مگر تلخ بات ضرور چل پڑتی ہے یا چل پڑتی رہی ہے اور ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت غیر معمولی فضل فرمایا یہ ترکیب سمجھا دی کہ ان سب سے میں نے کہا کہ آپ اپنی ریکارڈنگ کیا کریں تا کہ جب بھی میں نے کچھ سننا ہو میں ریکارڈ منگواؤں اور خود سنوں۔ پس اس بات کا پہنچنا تھا کہ کم وبیش ویسے ہی احساس ہو گیا جیسے میں موجود ہوں اور یہ جو موجودگی کا احساس ہے یہ بہت ہی ضروری چیز ہے جماعت نے خلافت سے جو تعلق کا احساس سیکھا ہے۔اس کا اگلا قدم وہ ہے کہ اللہ کی حضوری میں رہیں۔ جن کو اس دنیا میں حضوری کا تجربہ نہ ہو، اس کی مشق نہ ہو ان کو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی حضوری کا تصور بھی نہیں ہوتا اور عملاً وہ دو دنیاؤں میں زندگی بسر کر رہے ہیں ایک ان کی اپنی دنیا ہے، ایک تصور میں خدا تعالیٰ سے تعلق کی دنیا ہے۔ ان دونوں کا رشتہ کوئی نہیں ہوتا۔تو مجلس شوریٰ ہمیں یہ رشتے قائم کرنے کے سلیقے بھی عطا کرتی ہے۔ پس میں امید رکھتا ہوں کہ تمام دنیا میں مجالس شوریٰ انہی نصیحتوں کو پیش نظر رکھ کر جاری رہیں گی اور جاری کی جائیں گی اور اعلیٰ اخلاق کی حفاظت کی جائے گی کوئی بات اس طریقے پر نہیں کی جائے گی جس میں کسی قسم کی تلخی کا یا اپنے بھائی کی دل آزاری کا عنصر ہو اور اگر کوئی سادگی یا نادانی یا ناتجربہ کاری سے ایسی بات کر دیتا ہے تو حوصلے کے ساتھ

سن کر اسے سمجھانے کی ضرورت ہے بجائے اس کے کہ جواباً آپ بھی پتھر پہ پتھر ماریں اور سارا ماحول پراگندہ ہو جائے۔ پس میں امید رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ یہ جو بہت ہی عظیم الشان نظام شوریٰ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے دوبارہ ہمیں عطا کیا ہے، یہ اتنا قیمتی نظام ہے کہ اس کی خاطر ہر بڑی سے بڑی قربانی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

اب میں اس آیت کریمہ کی طرف آتا ہوں جس کی میں نے تلاوت کی تھی۔ اس کا تعلق بھی اس مضمون سے ہے جو کچھ عرصے سے جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اے انسانو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور اس پہلو سے کوئی فرق نہیں ہے، کالا پیدا ہوتا ہے یا گورا پیدا ہوتا ہے، لولہ لنگڑا پیدا ہوتا ہے یا صحت مند پیدا ہوتا ہے۔ مشرقی، مغربی، شمالی، جنوبی سب مرد اور عورت سے پیدا ہو رہے ہیں وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ اور ہم نے تمہیں قبائل میں اور بڑے بڑے گروہوں میں تبدیل کیا ہے لِتَعَارَفُوْا تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو، ایک دوسرے کو پہچانتے وقت ان حوالوں سے بات کر سکو۔ یہ وہی مضمون ہے جس مضمون کے پیش نظر نام رکھے جاتے ہیں۔ ہر انسان کا ایک نام ہے وہ اس کی ذاتی شناخت ہے اور ذاتی شناخت کو آسان بنانے کے لئے پھر قبائلی شناخت، بعض دفعہ اس کی قوم کی شناخت، اس کے مذہب کی شناخت، یہ ساتھ مل جاتی ہیں تو نام کا مقصد پورا ہو جاتا ہے مگر انسان انسان ہی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ تم میں سب سے معزز خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت علم رکھنے والا اور بہت باخبر ہے۔

یہاں اَكْرَمَكُمْ کے متعلق میں کچھ مزید کہنا چاہتا ہوں۔ انسان دنیا میں سب سے اول تو روٹی کے لئے جیتا ہے، کمائی کے لئے جیتا ہے، اقتصادی طور پر وہ زیادہ سے زیادہ اپنے وجود کو پھیلانا چاہتا ہے اور پھر اس کے علاوہ اولاد ہے، باقی رہنے والی نسلیں ہیں، خاندان ہیں، تعلقات ہیں، دوستیاں ہیں، قومی وقار ہیں، ان سب کی خاطر جیتا ہے۔ پھر قوت کے لئے جیتا ہے، طاقت حاصل کرتا ہے اور طاقت کے ذریعے وہ اپنے آپ کو دوسروں سے برتر دکھاتا ہے۔ یہ پہلے دو جو محرکات ہیں یہ عموماً جانوروں میں بھی پائے جاتے ہیں لیکن جب آپ طاقت والے حصے میں داخل

ہوتے ہیں تو اگر چہ جانور بعض پہلوؤں سے بعض دوسرے جانوروں پر طاقتور ہونے کے لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے مگر شعوری طور پر جانور طاقت کے اجتماع نہیں کیا کرتے۔ اس غرض سے وہ طاقت حاصل نہیں کیا کرتے کہ دوسروں پر اپنی برتری دکھائیں۔ جیسی طاقت جس جانور کو خدا کی طرف سے نصیب ہوگئی اس کے طبعی استعمال سے، جتنا سارعب پڑنا چاہئے اتنا خود بخود پڑتا ہے اور اس طرح جانوروں کی دنیا میں ایک باہمی مقابلے کی ایک طبعی جاری وساری صورت ہے جو ہمیں دکھائی دے رہی ہے۔ شیر کا ایک مقام ہے، بکری کا ایک مقام ہے، بکری سے نیچے اس کے لیلوں کا بھی مقام ہے، ایک کتوں کا ایک اس کے پلوں کا مقام ہے۔ یہ سارا نظام کائنات طاقت کے لحاظ سے بھی مختلف گروہوں میں بٹا ہوا ہے۔ لیکن انسان کی طرح جانور اجتماعی کوشش سے اپنے لئے زائد طاقت حاصل کرنے کا شعور نہیں رکھتے۔ یہ پہلی دفعہ انسان میں واقع ہوا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اکرام کا تصور جانوروں میں نہیں ہے اور انسان میں ہے اور اکرام کے تصور کا طاقت سے بہت گہرا تعلق ہے۔ ایک اکرام طاقت سے ملتا ہے۔ اسی لئے عربی زبان جو الہامی زبان ہے اس میں طاقت اور عزت کے لئے ایک مشترک لفظ رکھا گیا ہے جسے عزیز کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزیز ہے۔ عزیز کا ایک معنی ہے عزت والا، بزرگی والا، صاحب شرف اور ایک ہے غالب۔ تو قوت کا جو عزت کے ساتھ ایک طبعی اٹوٹ رشتہ ہے وہ انسانی سطح پر ابھرنے کے بعد انسان کے شعور میں ابھرتا ہے۔ اس سے پہلے وہ رشتہ تو ہے مگر جانوروں کے شعور میں ابھرتا نہیں ہے۔ ان کو علم نہیں کہ طاقت سے عزت نصیب ہوا کرتی ہے پس انسان طاقت ڈھونڈتا ہے اور طاقت سے عزت پاتا ہے اور یہاں سے اس کی تربیت کا وہ اگلا سفر شروع ہو جاتا ہے جو اسے خدا کی طرف لے جاتا ہے۔

خدا کا جہاں تک تعلق ہے، اس پر آپ کی طاقت کیا اثر دکھا سکتی ہے۔ کوئی بھی حیثیت نہیں۔ کمزور سے کمزور اور طاقتور سے طاقتور خدا کی نظر کے سامنے کوئی بھی فرق والی حیثیت نہیں رکھتے۔ ایک مشہور سائنسدان نے غالباً آئن سٹائن کے کسی مضمون میں میں نے یہ پڑھا تھا اس نے بھی یہ نکتہ پیش کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مقابل پر جو مخلوق ہے اس کا فاصلہ اتنا زیادہ ہے کہ مثال کے طور پر جیسے سورج کا زمین سے تعلق ہے اور آپ اونچائی پہ کھڑے ہو جائیں یا نیچے اتر جائیں جہاں تک سورج کے فاصلے کا تعلق ہے وہ ایک ہی جیسا دکھائی دے گا۔ چاند نسبتاً قریب ہے اس لئے چاند کا

قرب یا چاند سے دوری زمین کی مختلف سطحوں پر ایک اثر دکھاتی ہے سطح سمندر پر اس کا قرب نمایاں ہوتا ہے اور وہ یعنی چاند اسے زیادہ زور سے اپنی طرف کھینچتا ہے اور سمندر کی تہہ میں چاند کی طاقت کچھ کم ہو جاتی ہے مگر سورج کی طاقت برابر ہے اس سے ذرا بھی فرق نہیں دکھائی دیتا یعنی ایسا فرق جو روزمرہ کی انسانی اور حیوانی زندگی پر نمایاں ہو کر اثر انداز ہو سکے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق ہے اس کے سامنے تو سارے بندے، ہر طاقت، ہر کمزوری ایک ہی صف میں کھڑے ہیں اس لئے وہاں تو خدا کی نظر میں طاقت اور عزت کا کوئی جوڑ دکھائی نہیں دیتا۔ وہاں ایک اور مضمون شروع ہوا ہے جس کی طرف قرآن کریم کی آیت اشارہ فرما رہی ہے کہ خدا کے سامنے نہ تمہاری دولتیں کام آئیں گی۔ نہ تمہارے جتھے کام آئیں گے، نہ تمہاری سیاسی یا دوسری طاقتیں کام آئیں گی اور عزت پھر بھی تمہاری دلی تمنا ہے انسانی زندگی کا ایک حصہ بنا دی گئی ہے پھر کیسے خدا سے عزت پاؤ گے؟ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ہم تمہیں عزت کا رستہ بتاتے ہیں۔ تم سب سے زیادہ متقی ہو جاؤ اور یہ وہ چیز ہے جو اس سے پہلے حیوانی زندگی میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ یہاں انسان حیوانی زندگی سے بالکل ممتاز ہو کر ابھرتا ہے۔ تقویٰ کا وہ مضمون ہے جو انسانی ارتقاء کی آخری منزل سے شروع ہوتا ہے یعنی انسانی منزل سے اور پھر یہی وہ مضمون ہے جو خدا کی طرف آپ کے سفر میں مسلسل آپ کا ساتھ دیتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اسے یوں بھی بیان فرمایا خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى سب سے اچھا زادِ راہ تقویٰ ہے۔ تو پتا چلا کہ اس کی پہلی کی منازل جتنی بھی زندگی نے طے کیں انسان کے وجود تک اور انسان کی روزمرہ کی زندگی میں بھی، ان میں زادِ راہ کچھ اور ہوا کرتا تھا۔ یہاں سے اگلا سفر جو بلندیوں کی طرف شروع ہونا ہے، جو خدا کی طرف ہے، اس کے متعلق ایک اور زادِ راہ بیان کر دیا جس کا پہلے کوئی تصور نہیں ہے۔ فرمایا اِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى تقویٰ بہترین زاد ہے اس سے بہتر زادِ سفر تمہیں نصیب نہیں ہو سکتا۔

پس تقویٰ سیکھنا ہے کیونکہ تقویٰ کے بغیر ہم اللہ کی نظر میں کوئی عزت نہیں پا سکتے اور یہ دنیا کی عزتیں تو یہیں مر مٹ جائیں گی، ہمارے ساتھ مٹی ہو جائیں گی اور یہاں بھی ان کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ نہ قوموں کی عزتوں کی کوئی ضمانت ہے، نہ افراد کی عزتوں کی ضمانت ہے۔ تاریخ پر نظر ڈال کے دیکھیں، قومیں دیکھیں کہاں سے اٹھیں اور کہاں تک جا پہنچیں اور پھر تنزل کی راہ اختیار کرتے کرتے

کس طرح وہ ذلیل اور رسوا ہو گئیں۔ وہی قومیں جن پر ان کو برتری حاصل ہوا کرتی تھی، ان برتری والی قوموں کو خدا تعالیٰ نے ذلیل و رسوا اس حد تک ہونے دیا کہ وہ جو کل تک ذلیل تھے وہ ان پر حکومت کرنے لگے، وہ ان پر ایسے حاکم اور جابر بن کر سوار ہو گئے کہ بعض ایسے تاریخ کے دور آتے ہیں کہ وہ مجبور قومیں تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ کبھی ان کے تسلط سے ہم آزاد ہو سکتے ہیں۔

آج ہی کی دنیا دیکھ لیجئے آج سے کچھ سال پہلے روس کے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ قومیں جو روس کے تسلط میں ہیں وہ اس سے آزادی کے کوئی خواب بھی دیکھ سکیں گی۔ مگر خدا نے وہ طاقتیں توڑنے کا فیصلہ کیا تو چھوٹی چھوٹی قومیں جن کی کوئی حیثیت نہیں تھی، جنہیں روس کی ایک بھبکی دبا کے مٹا سکتی تھی، وہ سر اٹھانے لگیں اور انہوں نے اپنے لئے آزادی کے مطالبے شروع کر دیئے۔ اب امریکہ کا رعب ہے اور قومیں امریکہ کو سجدے کر رہی ہیں لیکن نہیں جانتیں کہ یہ دور بھی ہمیشگی کا دور نہیں ہے۔ وہ تنزل کے آثار امریکہ میں ظاہر ہو چکے ہیں جو چند اور سالوں میں نمایاں ہو جائیں گے اور پھر امریکہ کی وہ برتری اور فضلیت، گویا ایک ہی سپر پاور ہے، یہ باقی نہیں رہے گی۔ وہ کمزور قومیں جو ایک طاقت کے وقتی طور پر غالب آنے کے نتیجے میں اپنی عزتوں کے سودے کر لیتی ہیں بہت ہی بے وقوف قومیں ہیں۔ وہ اپنے ضمیر کے سودے کرتی ہیں اور ان سودوں کا فائدہ کوئی نہیں۔ وقت بدل جاتے ہیں پھر کسی اور آقا کی تلاش کرنی پڑتی ہے، پھر اس کے حضور اپنے ضمیر بیچنے پڑتے ہیں۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ میں ان سارے مصائب کا علاج پیش فرما دیا گیا ہے۔ خواہ تم قومی حیثیت سے زندہ ہو، خواہ تم انفرادی حیثیت سے زندہ ہو، اگر تم تقویٰ پر قائم رہو گے تو پھر تمہاری عزتیں اللہ سے وابستہ ہو جائیں گی۔

عِنْدَ اللّٰهِ کا ایک مطلب ہے خدا کے نزدیک تم معزز ہو۔ اب خدا تو کسی کے سامنے جھک کر اس کی عزت نہیں کرتا۔ خدا کے حضور تم نے عزت کی سند حاصل کر لی ہے، یہ معنی ہے۔ تم وہ حق رکھتے ہو کہ تمہاری عزت کی جائے اور جب خدا کے نزدیک کسی قوم کا یہ حق ہو جائے کہ اس کی عزت کی جائے تو اس کی عزتیں بڑھتی ہیں پھر کوئی دنیا کی طاقت اس کی عزتوں کو کم نہیں کر سکتی۔ جب تک وہ خدا کے نزدیک معزز رہنے کا حق رکھتے ہیں وہ معزز بنائے جاتے ہیں خواہ وہ پہلے کیسے ہی ذلیل کیوں نہ ہوں اور جب وہ ایک دفعہ خدا سے تعلق جوڑ لیں تو اس کے بعد دو امکانات ہیں یا احتمالات بھی ہیں۔

ایک یہ کہ اس دنیا میں بھی تقویٰ کی زادراہ کو لے کر نسلاً بعد نسل آگے بڑھیں اور اس دنیا میں بھی مرتے دم تک اس زادراہ کو ساتھ چمٹائے رکھیں تا کہ پھر وہ آگے ان کا ساتھ دے۔ ایسی قوموں کی عزت کی ہمیشگی کے لئے ضمانت ہے جب تک وہ ان شرطوں کو پورا کریں اور منفی پہلو اس کا جس کا احتمال کے طور پر میں نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ زادراہ لے کر جتنا چاہیں بڑھیں اگر وہ منزل سے پہلے ختم ہو گیا تو آپ کا گزشتہ سارا سفر ضائع گیا۔ صحرا میں سفر کرنے والا اگر منزل پہ پہنچنے سے اتنی دیر پہلے پانی سے محروم ہو چکا ہے کہ اس عرصے میں بغیر پانی کے انسان زندہ نہ رہ سکے تو وہ یہ دلیل تو نہیں دے سکتا کہ اے خدا تعالیٰ میں پچاس میل یا سو میل اسی صحرا میں سفر کر کے آیا ہوں جب کہ موسم زیادہ سخت تھا تو اب تھوڑی دور منزل رہ گئی ہے اب میں کیوں زندہ نہیں رہ سکتا، گویا پانی ختم ہو گیا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ کوئی اس کی نہیں سنی جائے گی۔ زادراہ کا ایک قانون ہے وہ غالب قانون ہے وہ مسافر پر قبضہ کرتا ہے اور مسافر کو اس قانون کی ماننی پڑتی ہے۔ پس خوش نصیب وہ ہے جو اپنے زادراہ کو مرتے دم تک پورا رکھتا ہے اگر بڑھاتا چلا جائے تو اس کی طاقت بڑھتی جائے گی، اس کا تقویٰ بڑھتا جائے گا اس کی عزت بڑھتی جائے گی اور اگر نہیں تو کم سے کم ایسا محروم نہ ہو کہ خدا کے نزدیک وہ عزت سے خالی ہو جائے۔ پس جسے اس دنیا میں خدا کے نزدیک عزت سے خالی رہنا ہے مرنے کے بعد بھی وہ عزت سے خالی رہے گا اور قوموں کے لحاظ سے بھی یہی مضمون ہے۔

پس جماعت احمدیہ کے دو سفر ہیں ایک ہر احمدی کا ذاتی سفر ہے۔ جو اس کی موت تک جاری ہے۔ ایک ہمارا جماعتی سفر ہے، جس کے متعلق ہماری بھرپور کوشش ہے اور دلی آرزو ہے کہ یہ سفر ہمیشہ ہمیش کے لئے جاری رہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا کرتا۔ ہمیں علم ہے کہ مذہبی قومیں بھی اپنے انتہائی عروج تک پہنچنے کے بعد پھر تنزل اختیار کر جایا کرتی ہیں۔ مگر جن بدنصیبوں کی وجہ سے وہ تنزل اختیار کرتی ہیں، ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم وہ بدنصیب نہ ہوں۔ ہمارے دور میں ایک بھی ایسی بات اگلی نسلوں کے ورثے میں نہ آئے، جس میں تنزل کا خمیر پایا جاتا ہو۔ اس پہلو سے میں جماعت احمدیہ کو خوب متنبہ اور ہوشیار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی تقدیر ان غالب قوانین سے بالا نہیں ہے۔ یہ دائمی قوانین ہیں جن کا میں ذکر کر رہا ہوں کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اور یہ قانون کہ جب کوئی قوم تقویٰ سے عاری ہو جائے تو اس کے نتائج سے بھی ضرور ہی عاری ہو جایا

کرتی ہے۔ خواہ کتنی ہی بلندیوں پر آپ کا قدم ہو آخر گرنا پڑتا ہے لیکن گرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی جبری فیصلہ نہیں ہے۔ جب قوم اپنے حالات بدلتی ہے، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ جب تک قوم اپنے حالات نہ بدلے، خدا تعالیٰ کبھی بھی ان کے تنزل کی تقدیر جاری نہیں فرماتا۔ پس ایک پہلو سے یہ تقدیر ہے ایک پہلو سے تدبیر ہے اور تدبیر اور تقدیر کا یہ رشتہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ تقدیر خیر کے خواہاں ہیں تو عمل خیر کی حفاظت کریں۔ اپنی سوچوں کو خیر کی سوچیں بنائیں، اپنی تمام تدبیروں کو خیر کی تدبیر بنائیں اور پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سوچوں اور آپ کی تدبیروں کو، جو عارضی اور فانی ہیں، ان کو تقدیر کے ذریعے لافانی کر دے گا۔ عزت آسمان سے اترے گی آپ کی کوششوں سے نصیب نہیں ہو سکتی مگر خدا کا یہ وعدہ پھر ضرور آپ کے حق میں پورا ہوگا کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ تم میں سے سب سے معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔ پس اپنے تقویٰ کی اپنی ذات میں حفاظت کرنا، اپنے خاندان میں حفاظت کرنا اپنی آئندہ نسلوں میں حفاظت کرنا، ایسی گہری سوچوں کے ساتھ حفاظت کرنا کہ آئندہ جاری وساری رہے، نسلاً بعد نسلٍ جاری رہے یہ وہ ہمارا اہم ترین فریضہ ہے جو ہمیں سونپا گیا ہے اور جماعت کے تیزی کے ساتھ پھیلاؤ کے نتیجے میں زیادہ سے زیادہ میری فکر انہیں باتوں پر مبذول ہے، انہی باتوں کے لئے وقف ہو چکی ہے کہ ہم ایک ایسی جماعت بن کر خدا کی نظر میں ابھریں کہ خدا کی تقدیر اس جماعت کو آج کے لئے نہیں، کل کے لئے، پرسوں کے لئے، نسلاً بعد نسلٍ، ہزاروں سال کے لئے معزز بنائے رکھے اور آنے والے اپنی عزتوں کے حوالے ہماری نسلوں کے بھی دیں کہ ان کی دعاؤں، ان کی کوششوں سے، ان کا فیض تھا کہ خدا کے فضل اور اکرام کی تقدیر آسمان سے ہمارے لئے اتر رہی ہے۔ اس پہلو سے اگر باتیں کرنی ہیں تو اس کی باتیں کرنی ہیں جو عند اللہ ''اتقی'' تھا یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ متقی محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور خدا کے نزدیک سب سے زیادہ اکرام کے لائق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پس تقویٰ کیا ہے اور اکرام کسے کہتے ہیں اور جس متقی کو خدا کی طرف سے اکرام نصیب ہوتا ہے اس کے اپنے روزمرہ کے دستور کیا ہوتے ہیں۔ اس کا دوسروں کے ساتھ تعلقات کا دائرہ کس طرح پھیلتا ہے یا سکڑتا ہے، کن لوگوں سے اس کے تعلق کٹتے ہیں، کن سے اس کے تعلق استوار ہوتے اور

بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ وہ اپنی عزت کو خود کن نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ کیا وہ عزت اس کے دل میں تکبر پیدا کر دیتی ہے یا اس کے برعکس جلوہ دکھاتی ہے۔ یہ وہ ساری باتیں ہیں جو ہمیں اپنی سوچوں سے نہیں ملیں گی، حضرت محمد مصطفی ﷺ کا حسن دیکھنے کے نتیجے میں جوں جوں آپ کا حسن ہمارے دل پر جلوہ گر ہو کے اسے اپنا بناتا چلا جائے گا، اسی طرح، اسی رفتار کے ساتھ، ہم تقویٰ کے مضمون سے بھی آگاہ ہوں گے اور تقویٰ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اکرام کے تقاضوں سے بھی آگاہ ہوں گے۔ پس اس پہلو سے میں احادیث نبویہ کے اس مضمون میں دوبارہ داخل ہوتا ہوں جو میں شروع کر چکا تھا۔

ترمذی کتاب البر والصلۃ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

قال: قال رسول الله ﷺ ليس منا من لم يرحم صغيرنا ويوقر كبيرنا و يامر بالمعروف وينه عن المنكر.

(ترمذی کتاب البر والصلۃ حدیث نمبر: 1844)

ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ کون ہم میں سے نہیں ہے؟ فرمایا، جو اپنے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور اپنے بڑوں کی توقیر نہیں کرتا۔ ان کے ساتھ عزت کا معاملہ نہیں کرتا و **يامر بالمعروف وينه عن المنكر** اور معروف باتوں کا حکم نہیں دیتا یا ان کی تلقین نہیں کرتا اور بری باتوں سے روکتا نہیں۔

یہ جو مجلس شوریٰ کا میں نے تصور آپ کے سامنے رکھا تھا یہ حدیث بعینہٖ اس پر چسپاں ہو رہی ہے۔ ہماری مجلس شوریٰ وہی ہوگی جہاں چھوٹوں پر رحم کیا جائے گا، بڑوں کی عزت کی جائے گی اور نیک باتوں کی نصیحت کی جائے گی، بری باتوں سے روکا جائے گا یہ خلاصہ ہے مجلس شوریٰ کا، لیکن اس حدیث کے حوالے سے ایک بات جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آج کل بعض علماء دین **امر بالمعروف** اور **نهي عن المنكر** کا بالکل الٹ معنی لیتے ہیں جس کا حضور اکرم ﷺ کے ارشاد سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ ایک موقع پر حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر تم کوئی بری چیز دیکھتے ہو، اپنے ہاتھ سے اس کو روک سکتے ہو تو روک دو، اگر نہیں تو زبان سے منع کرو، اگر زبان سے بھی منع نہیں کر سکتے تو دل میں برا مناؤ۔ ایک بہت ہی گہری حکمت پر مبنی، بہت ہی پاک نصیحت تھی جو جب ٹیڑھے دماغوں میں پڑی ہے تو اس نے دیکھیں کیسا ٹیڑھا رخ اختیار کر لیا۔ اب یہ کہتے ہیں کہ ہمیں رسول کریم ﷺ

نے حق دیا ہے کہ اگر کوئی اسلام کے خلاف بات کرتا ہے اور تمہارے پاس طاقت ہے، تلوار ہے تو تلوار چلا دو۔ اگر پتھر ہے تو پتھر مارو اور جس طرح بھی بن پڑے زبردستی نمازیں پڑھا دو۔ زبردستی بعض بدیوں سے روکو اور جبر کی حکومت رائج کردو۔ یہ تلقین اتنی عام ہو چکی ہے اور ایسے ظالمانہ طور پر خصوصاً پاکستان کا مزاج بگاڑ رہی ہے کہ اس کے تصور سے بھی انسان کا دل دہلتا ہے کہ آئندہ کیا ہوگا۔

ابھی چند دن پہلے ایک خبر آئی کہ کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم یہ کام کرو تو اس نے کہا میں تلاوت کر رہی ہوں اس کو اتنا غصہ آیا، وہ خود حافظِ قرآن تھا کہ اس نے قرآن کریم جلا دیا یعنی کہا گیا قرآن کریم جلا دیا تو اس پر شور پڑ گیا سارے شہر کی مساجد سے اعلان ہوا کہ بہت بڑا گناہ ہو گیا ہے اٹھو اور اس شخص کو سزا دو۔ یہاں تک کہ اس کی طرف جب بڑھے ہیں اس سے پہلے پولیس کی تحویل میں وہ آچکا تھا اور حملہ آوروں نے پولیس سے اس کو چھینا، پہلے اس پر پتھر برسائے اور پھر ابھی جان باقی تھی کہ زندہ آگ میں جلا دیا اور اس طرح انہوں نے قرآن کی عزت قائم کی۔ اس کے پیچھے یہی جھوٹا اور غلط تصور ہے جس کا کوئی اشارہ بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی اپنی پاک زندگی میں نہیں ملتا۔ یہ عجیب باتیں محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہیں جنہیں اول انسانی فطرت دھکے دیتی ہے اور نفس کی شرافت کسی طرح قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اور دوسری طرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نگاہ ڈالیں تو ایک بھی واقعہ ایسا آپ کی زندگی میں دکھائی نہیں دیتا کہ اپنے اس ارشاد کا یہ مطلب سمجھتے تھے جو ملاں آج دوسری دنیا کو سمجھا رہا ہے۔ وہ واقعہ ہو گیا اور پھر دو تین دن کے بعد خبر شائع ہوئی کہ اس کی بیوی نے بیان دیا ہے کہ بالکل جھوٹ ہے، ایسی کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔ صرف بات یہ ہوئی تھی کہ وہ بے چارہ چائے بنا رہا تھا، پاس قرآن کریم رکھا تھا، پانی ابلا اور قرآن پر ابلتا ہوا پانی پڑ گیا۔ وہ سمجھا کہ مجھ سے گناہ ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ہائے مجھ سے قرآن جل گیا اور وہ بات بیوی نے شاید کسی ہمسائی کو بیان کر دی ہوگی یا آگے چل پڑی تو بات کہیں سے کہیں جا پہنچی۔ پولیس آئی، اس کو زبردستی پکڑ کے لئے گئی اور پھر اسے اس MOB کے حوالے کر دیا گیا جنہوں نے اس کی Lynching کی ہے۔ اب یہ باتیں اگر محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف منسوب کر کے کی جائیں تو یہ اور بھی زیادہ بھیانک ہو جاتی ہیں، یہ کیسی بدبختی ہے کہ ایسی بہیمانہ حرکتوں کا منبع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو بیان کیا جائے۔ اس طرح قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا کہیں محمد رسول اللہ ﷺ کی

طرف سے کوئی اشارہ نہیں ملتا۔صحابہؓ کا تو یہ حال تھا کہ ایسی حالت میں بھی کہ جب یقین سمجھتے تھے کہ فلاں شخص کی یہ غلطی ہے اور ہمیں حق ہے، قرآن کی طرف سے حق ہے کہ ہم اسے قتل کر دیں، محمد رسول اللہ ﷺ سے پوچھے بغیر فیصلہ نہیں کرتے تھے۔ کامل قانون کی حکمرانی تھی اور آنحضرت ﷺ نے کبھی اشارۃً بھی نھی عن المنکر کے یہ معنی عملاً ظاہر نہیں فرمائے کہ زبردستی لوگوں کو ہٹاتے پھرو۔اب قرآن آنحضرت ﷺ کے قلب مطہر پر نازل ہوا ہے، آپؐ کی ذات مجسم قرآن بن گئی۔ایک موقع پر صبح نماز کے وقت تھوڑے آدمی تھے تو آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اتنی تکلیف ہوتی ہے یہ دیکھ کر کہ لوگ نمازوں کی طرف تو نہیں آتے اور بکری کے دوپائے اگر پکا کر ان کی طرف بلایا جائے تو دوڑے چلے آتے ہیں کہ اگر یہ جائز ہوتا تو میں ان گھروں کو جلوا دیتا۔اب یہ جو ہے نعوذ باللہ من ذلک کسی مغلوب الغضب انسان کا کلام نہیں ہے۔آپ جانتے تھے کہ وہ لوگ جو محمد رسول اللہ ﷺ سے سبق سیکھنے کے باوجود، نمازوں کی اہمیت کو سمجھنے کے باوجود، نمازوں سے غافل ہیں ان کا صلہ جہنم ہے۔تو اس بڑی آگ سے بچانے کے لئے دل میں یہ خیال آ سکتا ہے کہ یہ کروں تو باقی لوگوں کو نصیحت ہو جائے۔مگر کیوں رکے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بھی اجازت نہیں دی تھی۔ فرماتا ہے اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ (الغاشیہ: 22 تا 23) تجھے ہم نے مذکر بنا کے بھیجا ہے۔''مصیطر'' بنا کے نہیں بھیجا اور یہ ایسے جاہل لوگ ہیں کہ قرآن کریم کی اس روشن وضاحت کے باوجود کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کیا دائرہ ہے پھر بھی زبردستی اس کی طرف ایسی خوف ناک اور ملحدانہ باتیں منسوب کرتے ہیں۔قرآن کہتا ہے اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ اور مذکر کی تشریح قرآن بار بار یہ فرما رہا ہے کہ نھی عن المنکر کرو امر بالمعروف کرو لیکن تذکیر کے دائرے میں رہ کر نصیحت کے دائرے میں رہ کر۔اپنے ہاتھ میں قوت لے کر یا قوت کا سہارا لے کر خواہ تمہارے ہاتھ کی ہو یا اور جگہ سے حاصل کرو، تمہیں اخلاقی تبدیلیاں پیدا کرنے کوئی حق نہیں ہے۔مصیطر نہیں ہے۔اے محمدؐ! تو مصیطر نہیں ہے، داروغہ نہیں ہے جس نے زبردستی تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں۔اگر سنیں گے تو ان کا فائدہ ہے۔نہیں سنیں گے تو پھر اللہ کے سپرد ہے۔

اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ (الغاشیہ: 24 تا 25)

جو تَوَلّٰى کرے گا اور انکار کرے گا، اللہ کا کام ہے اسے عذاب اکبر میں مبتلا کرے، تمہارا

کام نہیں ہے۔اب یہ واقعہ جو وہاں رونما ہوا ہے اس وقت اخباروں نے اچھالا اور ایک اخبار بھی ایسا نہیں تھا جس نے اس کی مذمت کی ہو اور کہا ہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر یہ ناپاک داغ لگایا جارہا ہے ہم اسے برداشت نہیں کریں گے، یہ جھوٹی نصیحتیں ہیں۔کسی نے آواز نہیں اٹھائی اور اب جبکہ حق ظاہر ہو گیا تب بھی سب دنیا خاموش ہے۔کہاں ہے حکومت پاکستان کا انصاف۔ان سب علماء کو جنہوں نے مسجدوں کے لاؤڈ سپیکروں سے وہ جاہلانہ اور غضب ناک اعلان کئے تھے جس کے نتیجے میں ایک معصوم کی جان اس طرح لی گئی اور بڑے دردناک طریقے پر لی گئی، اگر پاکستان کی حکومت میں ذرہ بھی انصاف ہوتو اب ان کو پکڑے۔اول تو پہلے ہی پکڑنے کی ضرورت تھی اگر قانون کے محافظ اپنے قانون کے ساتھ لوگوں کو کھیلنے دیتے ہیں تو قانون کا وقار پھر باقی نہیں رہا کرتا۔ایسے ملک میں پھر آئندہ امن کی کوئی ضمانت نہیں ہوسکتی۔وہ بھی وقت تھا کہ حکومت پاکستان دخل دیتی اور سختی سے اس رو کو دباتی کہ قرآن کو جلایا یا نہ جلایا یہ حکومت کا کام ہے، ہم فیصلہ کریں گے۔عدالتوں کا کام ہے، حکومت کا کام ہے ان فیصلوں کو نافذ کرے۔جس نے اپنے ہاتھ میں قانون لیا ہے وہ مجرم ہے اس سے وہی سلوک کیا جائے گا جو اس نے کسی دوسرے سے کیا ہے۔اس وقت وہ وقت تھا لیکن اگر وہ وقت ہاتھ سے گزر گیا تو اب کیوں زبانیں گنگ ہوگئی ہیں۔اب اس معصوم کا خون پکار رہا ہے اور کوئی آواز نہیں ہے جو اس کے حق میں اٹھ رہی ہو۔اس لئے جماعت احمدیہ کو امر بالمعروف کی حد میں رہنا ہے اور اس سلیقے کے ساتھ رہنا ہے جس سلیقے کے ساتھ قرآن اور محمد رسول اللہ نے ہمیں سکھایا ہے اور اس میں ایک یہ بھی جو اس وقت آپ کے سامنے میں نمونہ دکھا رہا ہوں کہ ہم ہر بدی کے خلاف ضرور آواز اٹھاتے رہیں گے اور ساری جماعت کا کام ہے ہر جگہ یہ آواز اٹھائے اور اب جبکہ واقعہ ظاہر ہو چکا ہے تمام دنیا کے ضمیر کو جھنجھوڑے اور کہے کہ دیکھو اس طرح ظلم ہوا کرتے ہیں اگر جاہل ملاؤں کے ہاتھ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی باتوں کی تفسیر پکڑا دی جائے ان کو اپنی گفتگو کا سلیقہ نہیں، انہیں رہنے کے انداز نہیں آتے، ان کی باتوں سے غضب جھلکتا ہے، بات بات پر منہ سے جھاگیں نکلتی ہیں، انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت سکھانی ہے تمہیں؟ آپ نہیں سیکھ سکے اور جہالت دیکھیں عوام کی کہ یہی ملاں نسلاً بعد نسلٍ بولتا بولتا اپنے گلے بٹھا دے اور جانیں دے بیٹھے کہ آؤ نیکی کی طرف آؤ تو نیکی کی طرف کوئی نہیں آئے گا۔گوجرانوالہ سے رشوت دور کر کے دکھا دو، گوجرانوالہ میں جو حق تلفی

ہو رہی ہے وہ دور کر کے دکھا دے، گوجرانوالہ کی عدالتوں میں سچے گواہ پیش کر دیں۔ کوشش تو کریں، سارے گوجرانوالہ کے مولوی اور ارد گرد کے اکٹھے ہو جائیں، گوجرانوالہ کی ایک گلی کو بھی مسلمان بنانے کی استطاعت نہیں رکھتے کیونکہ یہ خدا کا کام ہے جو امام اس نے بھیجا اس کے تو منکر ہو بیٹھے ہو اب تمہاری باتوں میں طاقت نہیں ہے۔ **طاقت وہاں ہے جہاں سے آج میں بول رہا ہوں محمد مصطفیٰ ؐ کے غلاموں میں طاقت ہے۔ مسیح موعودؑ کے منصب خلافت میں طاقت ہے۔ آج میں ایک آواز بلند کرتا ہوں زمین کے کناروں تک لبیک لبیک کی آوازیں آتی ہیں۔ ایک بدی دور کرنے کی نصیحت کرتا ہوں، بے اختیار دل اچھلتے ہیں، کہتے ہیں ہاں ہم حاضر ہیں، ہم ان سب بدیوں کو کاٹ پھینکیں گے، ایک نیکی کی طرف بلاتا ہوں، اس سے بڑھ کر نیکیوں کے لئے وعدے آتے ہیں اور پھر لوگ ان پر عمل کر کے دکھاتے ہیں۔** یہ صرف اس لئے ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو زمانے کا امام بنایا گیا ہے اور وہی امامت طاقتور ہے جو آپ ؐ کی غلامی کی امامت ہے اس سے ہٹ کر کوئی امامت امامت نہیں ہے۔

تم ظلموں کی طرف بلا لو، دیکھو کس طرح لوگ تمہاری آواز پر لبیک کہتے ہیں، تم سنگسار کرنے کے لئے لوگوں کو آواز دو، جھولیوں میں پتھر ڈال کر دوڑیں گے اور معصوم ہوں یا گنہگار ہوں ہر ایک پر وہ پتھر پڑیں گے اور اکثر معصوموں پر پڑیں گے۔ لیکن ظلم سے روکنے کی کوشش کر کے دیکھو کبھی ظلم سے روک نہیں سکتے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طاقت محمد رسول اللہ ؐ کو عطا ہوئی ہے تمہیں نہیں ہوئی اور یہی میں جماعت کو سمجھانا چاہتا ہوں **جب تک وہ امر بالمعروف کریں گے جو محمد رسول اللہ ﷺ کا امر بالمعروف ہے آپ کو آسمان سے طاقت نصیب رہے گی آپ کی باتوں میں عظمت پیدا ہوگی، وقار پیدا ہوگا، لوگوں کے دل ان کو ماننے کے لئے جھکیں گے اور اگر وہی نہی عن المنکر آپ نے کرنی ہے اور وہی کرنی ہوگی اور اس انداز سے کرنی ہے جس انداز سے محمد رسول اللہ ﷺ نے کی اور وہی کرنی ہوگی تو پھر دیکھیں کس طرح آپ کے روکنے سے لوگ رکتے ہیں اور یہی اس وقت جماعت میں ہو رہا ہے۔** پس آنحضرت ﷺ کی نصیحتوں کی گہرائی میں اتریں اور قرآن کے حوالوں سے ان نصیحتوں کو سمجھیں اور ان کے مطابق عمل کریں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو طاقت نصیب ہوگی کسی دنیا کے ہتھیار کی ضرورت نہیں کسی حکومت کی تائید کی ضرورت نہیں ہے۔

پس اہل پاکستان میری آواز کو سن رہے ہوں گے وہ اپنے طور پر اپنی حکومت کو پہنچائیں اور

ان سب بدکرداروں کو جنہوں نے یہ ظلم کیا ہے اور ظلم کمایا ہے ان کو عبرتناک سزائیں ملنی چاہئیں تاکہ آئندہ کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی جرأت نہ پڑے۔ کجا یہ کہ وہ یہ فیصلے کرے کہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔ یہ اختیار ہی ان کو نہیں ہے اور **امر بالمعروف** کے متعلق مسلسل آواز بلند ہونی چاہئے کہ یہ مطلب نہیں ہے جو تمہیں ملاں سمجھا رہا ہے۔ مسلسل جھوٹ بول رہا ہے۔ **امر بالمعروف** کا وہ مطلب ہے جو محمد رسول اللہؐ نے قرآن سے خود سمجھا اور زندگی بھر اس پر عمل کر کے دکھایا۔ ایک دفعہ ایک عرب متشدد دوست تھے مراکو کے۔ وہ مجھ سے گفتگو کر رہے تھے تو مجھے کہنے لگے کہ دیکھیں ہم لوگ جو ہیں ایک غیر اسلامی حکومت کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔ وہ بھی مسلمانوں کی مراکن کی حکومت ہے۔ میں نے کہا کس طرح کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا وہ تو عورتوں کے چہرے سے پردے اترے ہوئے بھی ہوں تو کوئی کارروائی نہیں کرتے یعنی زبردستی چہروں پہ دوبارہ پردے نہیں ڈالتے۔ اب ہمارا اتنا رعب ہے کہ کوئی عورت اگر اس طرح نکلے تو چاہے اپنے خاوند کے ساتھ ہی ہو ہم زبردستی اس کو گھسیٹ کے بازاروں میں لے جاتے ہیں اور اس کو سزا دیتے ہیں اور مجبور کرتے ہیں کہ اگر وہ پردہ نہیں کرے گی تو ہم اس کے ساتھ یہ کریں گے۔ جب وہ بات کر بیٹھا تو میں نے کہا اس **امر بالمعروف** اور **نهى عن المنكر** کا تم چودہ سو سال پہلے بھی کوئی نشان پاتے ہو۔ اس کا کوئی ذکر محمد رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے بھی ملتا ہے۔ کبھی آنحضرت ﷺ نے ایسا کر کے دکھایا ہو، کسی ایک عورت پر کسی مسلمان کو اجازت ملی ہو کہ اس کی بے پردگی یا اس کی اور کمزوری کے نتیجے میں اس کو ہاتھ اٹھانے کی یا بے عزتی کرنے کی خدا تعالیٰ کی طرف سے رخصت ملی ہو، کوئی اشارہ ملتا ہے؟ سوچتا رہا، سوچتا رہا، کہا نہیں میرے علم میں کوئی نہیں۔ تو میں نے کہا اگر نور کے زمانے میں اس کا کوئی نشان نہیں ہے تو پھر یہ اندھیروں کی پیداوار ہے، اس کا محمد رسول اللہ ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔ جس کو تم **امر بالمعروف** اور **نهى عن المنكر** سمجھ رہے ہو یہ بے غیرتی ہے اور بے حیائی ہے، اس سے بڑھ کر بے حیائی ہے۔ ایک عورت اپنے خاوند کے ساتھ چل رہی ہے اس کا ایک احترام ہے، اس کی ایک عزت ہے، تمہیں کس نے حق دیا ہے کہ اس عورت کے اوپر زبردستی کرو۔ اس نے جو بے پردگی کی ہے اتنا معمولی جرم ہے اس جرم کے مقابل پر کہ اگر مقابلہ کیا جائے تو اس کی تو کوئی بھی حیثیت نہیں۔ وہ جرم بھی تب بنتا ہے اگر تمہاری آنکھیں بے حیا ہوں۔ اگر دیکھنے والوں کی آنکھیں حیادار ہوں تو وہ جرم بھی کوئی جرم

نہیں رہتا، وہ کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا اور تم اپنے ہاتھ میں لے بیٹھے ہو یعنی اسلام کا نفاذ خدا نے تمہارے سپرد کر دیا اور جیسی مکروہ عقلوں کے ساتھ تم نفاذ کرنا چاہتے ہو ویسا کرو گے، یہ اسلام نہیں ہے۔ان لوگوں میں پاکستان کے ملانوں کی نسبت بہت زیادہ انصاف پایا جاتا ہے باوجود اس کے کہ شروع میں بڑا متشدد اور بڑا زور کے ساتھ اپنے موقف پیش کر رہا تھا، تھوڑی دیر کے اندر اندر بیٹھ گیا، اپنے ساتھیوں کو بھی اس نے کہنا شروع کر دیا یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔پس امر بالمعروف میں طاقت ہے اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے اسلوب پر، آپؐ سے اس کے آداب سیکھ کر، آپ امر بالمعروف کریں اور آج قوم کو اس کی ضرورت ہے احمدیوں میں بھی امر بالمعروف کریں اور اس ضمن میں اس حدیث کا پہلا ٹکڑا اس غلط تصور کے لئے کوئی گنجائش باقی نہیں رہنے دیتا۔فرماتا ہے: **لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویوقر کبیرنا۔**

میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ اس حدیث میں ہی وہ دفاعی والوز موجود ہیں نصیحت فرما رہے ہیں اپنے چھوٹوں پر رحم کرو اور بڑوں کی عزت کرو، پھر تمہیں حق ہے کہ تم **امر بالمعروف اور نھی عن المنکر** کرو۔اگر امر بالمعروف کا مطلب بڑوں کی بے عزتی کرنا اور چھوٹوں پر ظلم کرنا ہوتا تو حضورؐ اس نصیحت کے ساتھ اس نصیحت کو ملا کر نہ آگے چلتے۔پس پہلے ہی ایک ایسی پیاری تمہید باندھ دی جس سے اگلی بات کی غلط فہمی کا سوال ہی باقی نہیں رہا۔پس جماعت احمدیہ کو **امر بالمعروف** اس طرح کرنا ہے کہ بڑے ہوں تو ادب کے ساتھ بات کریں۔چھوٹے ہوں تو ان کی غلطیوں پر رحم کریں۔اگر کسی بچے نے بال ایسے بڑھا لئے ہیں جاہلانہ طور پر، جیسا کہ یورپ میں آج کل رواج ہے اور پاکستان میں بڑے زور سے فیشن بنا ہوا ہے کہ عورتوں کی طرح گتیں بنا لی ہیں تو اگر آپ کو غصہ آتا ہے تو آپ **امر بالمعروف** کے اہل ہی نہیں ہیں، چھٹی کر جائیں، ایک طرف ہٹ جائیں۔اگر آپ کو رحم آتا ہے تو پیار سے سمجھائیں۔اگر گلے میں زیور لٹکائے ہوئے ہیں اور وہ سمجھ رہا ہے کہ اس سے میری شان ہے تو اگر محبت اور پیار سے نصیحت نہیں کر سکتے تو ایک طرف ہٹ جائیں کیونکہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا ایک طرف نہ ہٹے اور سختی سے، ظلم سے اس سے بات کی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تمہارا میرے سے کوئی تعلق نہیں رہے گا **مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا** تم ہم میں سے ہی نہیں رہو گے تو ہماری طرف کیا بلاتے ہو۔پس اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو قیامت تک اس سنت محمد

مصطفیٰ ؐ پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے جو ہمیشہ کے لئے ہر خوبی کی زندگی کی ضمانت ہے اور ہر بدی کی موت کی خبر دیتی ہے اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔